حالات ومقامات

جناب عبد الهادی احمد صاحب

ترکیہ میں اسلام اور لادینیت کی کش مکش

ترکی میں ایک طرف اسلامی نظریات و تصوّرات زور پکڑ رہے ہیں اور دوسری طرف یہی چیز حکومت کے سربراہ، فوجی جرنیلوں اور لادینیت پسندوں کے لیے باعثِ تشویش بن رہی ہے۔ گذشتہ دنوں استنبول یونیورسٹی میں نئے تعلیمی سال کے آغاز پر تقریر کرتے ہوئے صدر ترکی کنعان ایورن نے دینی تحریکوں کے بڑھتے ہوئے اثرات کا ذکر خاص طور پر کیا۔ انھوں نے کہا:

"رجعت پسند مذہبی تنظیمیں مختلف بھیسوں میں اپنی سرگرمیوں میں اضافہ کر رہی ہیں۔ ہم اس صورتِ حال پر گہری نگاہ رکھے ہوئے ہیں۔ میں نوجوانوں کو اس سے خبردار اور ہوشیار رہنے کی تلقین کرتا ہوں۔ ہماری یونیورسٹیوں کو رجعت پسندی اور مذہبی قدامت پرستی کے خلاف مضبوط قلعے بن جانا چاہیے"۔

چند روز بعد ترکی کے صدر نے ٹیلی وژن سے خطاب کرتے ہوئے قوم کو جن خطروں سے آگاہ کیا، ان میں کمونزم اور فاشزم کے ساتھ "مذہبی رجعت پسندی" کا نام بھی لیا۔ ٹی وی کے ناظرین نے اس تقریر کے دوران جناب ایورن کو شدید غصّے میں دیکھا۔ خصوصاً اُس وقت اُن کے لہجے کی تلخی اور چہرے کا رنگ دیدنی تھا جب انھوں نے مذہبی طبقے کی "حماقتوں" کا ذکر کرتے ہوئے کہا:

"یہ کیسی احمقانہ، جارحانہ اور غیر آئینی تجویز ہے جو کچھ لوگوں نے پیش کی ہے کہ قوم کے سربراہ کی حیثیت سے مجھے نماز جمعہ کی امامت کرنی چاہیے"۔

مذہبی تحریکوں پر کنعان ایورن کی تنقید کے بعد اخبارات اور ذرائع ابلاغ میں تو جیسے بھونچال سا آ گیا۔ تیز و تند مضامین اور اداریے لکھے گئے اور دینی طبقے کی سرگرمیوں کو ملک و قوم کی سلامتی کے منافی قرار دیا گیا۔ اُدھر حکومت کی مخالف لادین جماعتوں کی بن آئی۔ انھوں نے مذہبی عناصر کی شوریدہ سری کو حکومت کی لاپروائی اور غفلت شعاری کا نتیجہ قرار دیا۔ بعض نے تو یہ تک کہہ دیا کہ مذہبی رجعت پسندوں کو تحفظ خود حکومت فراہم کر رہی ہے۔ سوشل ڈیموکریٹک پارٹی نے اپنی پریشانی کا ذکر یوں کیا :

"رجعت پسندی کا ہمارے ملک میں احیاء ہو رہا ہے۔ اس کے ارتقاء میں حکومت کا اہم حصہ ہے، خصوصاً نشریات کا کردار تو بے حد پریشان کن ہے۔ اتاترک کی اصلاحات بالخصوص سیکولرزم سے بتدریج کنارہ کشی کی روش اپنائی گئی ہے۔ ہم ہر شعبے میں بنیادی اداروں کو بے جان کر کے عثمانی دور کی طرف لوٹ جانا چاہتے ہیں"

حقیقت یہ ہے کہ گذشتہ چند برسوں میں اسلامی قوتوں کو بار بار انتہائی جبریت کا سامنا کرنے کے باوجود ترکی معاشرے میں خاصا نفوذ حاصل ہوا ہے۔ عام مسلمانوں میں اسلام سے شیفتگی میں اضافہ اور نوجوان نسل میں اسلام کی ترقی کے لیے جدوجہد کرنے کا شعور عام ہو رہا ہے۔ ایک معروف ترک صحافی کے بقول :

"سترہ اٹھارہ برس کے نوجوان اسلامی تحریکوں سے زیادہ آسانی اور زیادہ تیزی سے متعارف ہو رہے ہیں۔ اگرچہ متعین طور پر یہ بتانا مشکل ہے کہ معاشرے میں ان کا تناسب کیا ہو گا، لیکن یہ بات آسانی سے کہی جا سکتی ہے کہ کمیونزم پر پابندی کی وجہ سے میدان میں ان کا مزاحم کوئی نہیں رہا۔"

اسلامی قوتوں کو نواز نے کا الزام لگانے والے لوگ کہتے ہیں کہ وزیر اعظم ترگت اوزال خود مذہبی آدمی ہیں۔ اوزال کی پارٹی مدر لینڈ میں پروفیسر ادبکان کی سابق ملی سلامت پارٹی کا اچھا خاصا گروپ شامل ہو چکا ہے۔ کچھ واقعات بھی بطور مثال پیش کیے جاتے ہیں جن سے بعض اصحابِ اقتدار کا دین کی طرف جھکاؤ ثابت کیا جاتا ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ وزیر تعلیم

نے کھلے بندوں ڈارون ازم پر تنقید کی۔ سکولوں میں مذہبی تعلیم لازمی قرار دے دی گئی ہے بلکہ یہ تجویز پیش کی گئی ہے کہ عربی کو نصاب میں شامل کیا جائے۔

ایک معروف اخبار "حریت" نے انقرہ کے محکمہ امورِ مذہبی کو ہدفِ تنقید بناتے ہوئے لکھا ہے کہ اس محکمے نے ایسی کتابیں اور رسالے چھاپے ہیں جن سے لادینیت دشمنی (یعنی دین داری) کی بو آتی ہے۔ اخبار نے بعض کتابوں کا خاص طور پر ذکر کیا ہے ان میں "مسلمان عورت" اور "کتاب حج" کا فوری نوٹس لینے کا مطالبہ کیا ہے۔ "کتاب حج" کی ذیل کی عبارت کے حوالے سے اس کتاب کو خطرے کے الارم سے تعبیر کیا گیا ہے۔ یہ "خطرناک عبارت" ملاحظہ ہو:

"آپ مسجد، مکتب یا دفتر میں داخل ہوں تو پہلے دایاں پاؤں اندر رکھیں اور غسل خانے، طہارت گاہ یا ہوٹل میں جائیں تو پہلے بایاں پاؤں اندر ڈالیں"

اخبار کے خیال میں حکومت کی ایسی مذہبی سرگرمیاں ناقابلِ معافی ہیں۔ اسی محکمے کی ایک اور غلطی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے "حریت" لکھتا ہے کہ ہر سال اس محکمے کی شائع کردہ قرآن کے ساتھ ہزاروں نسخے فروخت ہو رہے ہیں۔

ترکی پریس کا یہ عجیب تضاد ہے کہ مذہبی سرگرمیوں کے خلاف تو ایسی شدت، مگر بے حیائی اور فحاشی کے فروغ کے لیے ہر قسم کی مساعی میں پیش پیش۔ یہاں تک کہ ترکی کو وہ پہلا اسلامی ملک ہونے کا اعزاز حاصل ہو گیا ہے جو امریکہ کا بدنامِ زمانہ عریاں جریدہ "پلے بوائے" اپنے ہاں شائع کرنے پر آمادہ ہو گیا ہے۔ اس سے پہلے یہ رسالہ امریکہ کے علاوہ چند یورپی ممالک میں شائع ہوتا تھا۔ کئی دوسرے اخبار اور رسائل مثلاً "ارکیک، یوپیو، گوزل [illegible]" سنبھالے ہوئے ہیں (یہ رسالہ پلے بوائے کی طرز کا ہے) بھی شائع ہوتے ہیں۔ ان میں عریانی اور فحاشی کا باقاعدہ مقابلہ ہے۔ ملک میں بے حیائی کو فروغ دینے کے لیے حکومت نے اسمبلی میں بل پیش کر رکھا ہے، لیکن ترک دوشیزاؤں کو عالمی مقابلہ ہائے حسن میں شریک ہونے کی عام اجازت نہیں ہے۔[1] تازہ ترین اطلاع کے مطابق حکومت "نے چلے ہوائے"

[1] پاکستان کی تحریکِ ترقی نسواں کی بھی رال ایسی ہی عظمتوں کے لیے ٹپک رہی ہے (ادارہ)

اور "پلے بن" کے خلاف کارروائی کا فیصلہ کیا ہے)۔

حریت کی طرح اخبارِ "ملیت" بھی اسلام دشمنی کا خصوصی نقیب ہے۔ یہ اکثر مسلمانوں کی شکایات حکام بالا کے سامنے پیش کرتا اور اتاترک کے معنوی بیٹوں کو خبردار کرتا رہتا ہے کہ وہ ہوشیار رہیں ورنہ اسلام کے نام لیوا ان کے ایوانِ تجدد کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔ گذشتہ دنوں "ملیت" نے اپنی ایک اشاعت میں ایسی نو پارٹیاں گنوائیں جو ترکی کے نظام کے لیے "تباہی" کا پیش خیمہ ہیں۔ ان پارٹیوں کو اخبار نے "مذہبی انتہاپسند تنظیموں (ACTIVIST RELIGIOUS ORGANISATIONS) کا نام دیا اور لکھا کہ یہ روز بروز زور پکڑ رہی ہیں۔ ان پارٹیوں میں کالعدم ملی سلامت پارٹی اور اس کے عسکری بازو اکلنجر "یورنس گرہ" (THE RAIDER) کو سب سے خطرناک بتایا گیا ہے۔ ملیت نے سیکورٹی کے انسپکٹر جنرل صفت اریکان کے ایک بیان کے حوالے سے لکھا ہے کہ پولیس ان "خطرناک" تنظیموں پر کڑی نظر رکھے ہوتے ہے، اور وہ جب چاہے ان پر ہاتھ ڈال سکتی ہے[1]" ملیت نے محمود ہوکا کے معاملے پر بھی توجہ مبذول کرائی ہے۔ محمود ہوکا معروف عالم دین اور نقشبندی تحریک کے رہنما ہیں۔ ملیت نے محمود ہوکا پر "فردِ جرم" عاید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

"انھوں نے استانبول کی فتح مسجد میں ۳۵۰۰ خواتین کے اجتماع سے خطاب کیا۔ تمام خواتین پردے میں پلٹی ہوئی تھیں۔ ہوکا نے انہیں ٹیلیوژن دیکھنے سے منع کیا۔ انہیں تنبیہ کی کہ جو لوگ فحاشی اور بے حیائی کے کاموں میں شریک ہوں گے، اللہ کے نور سے محروم رہیں گے، نیز تاکید کی کہ عورتیں مردوں کی مجالس، بالخصوص شراب نوشی کی محفلوں میں شرکت نہ کریں۔ مردوں سے ہاتھ نہ

---

[1] تحریکِ احیائے اسلام کے لوگوں کو امریکہ و روس کی زبان میں مذہبی انتہاپسند کہا جاتا ہے یا بنیاد پرست --- اور یہ ہر جگہ "خطرناک" شمار ہوتے ہیں۔ خود مسلمانوں کی نگاہ میں بھی۔ (مدیر)